جس چیز پر ہمیشہ ہی عمل کرتے رہنا چاہیے وہ عاجزی ہے اس لئے آپ کو عاجزانہ راہیں اختیار کرنی چاہئیں

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۷؍ مارچ ۱۹۷۲ء بمقام مسجد مبارک۔ ربوہ۔ غیر مطبوعہ)

تشہّد وتعوّذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے یہ آیات پڑھیں:-

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝۳۱ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ۝۳۲ (حٰمٓ السجدة: ۳۱، ۳۲)

پھر حضور انور نے فرمایا:-

ایک انسان کی حقیقی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اپنے اس مقام کو پہچانے کہ وہ عبد ہے اور اللہ تعالیٰ اس کا رب ہے۔ جو لوگ زبان حال اور زبان قال سے اور اپنے عمل یعنی فعل اور قول کی رو سے یہ کہتے ہیں کہ اللہ ہمارا رب ہے۔ اس نے ہمیں پیدا کیا ہے اس نے ہمیں صلاحیتیں اور استعدادیں بخشی ہیں اور وہ یہ بھی سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے پیدا کردہ سامانوں اور اسی کی ہدایت کے نتیجہ میں اور اسی کی منشاء اور تصرف سے ہر انسان لحہ بہ لحہ ایک حال سے دوسرے حال کی طرف منتقل ہوتے ہوئے اپنی حدِّ کمال تک پہنچتا ہے۔ تو انسان کو اگر اپنی عاجزی کا شدید احساس ہو اور اللہ تعالیٰ کے رب ہونے کی سچی معرفت حاصل ہو تو یہی دراصل اس کی

ترقی کا زینہ اور فلاح کی کنجی ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو میرے ایسے بندے ہوتے ہیں یعنی جو لوگ استقامت دکھاتے ہیں۔ حق کے ہر کام میں ثباتِ قدم ہوتا ہے۔ جو میرے قریب آ کر پھر دُور نہیں ہو جاتے بلکہ میرے قریب سے قریب تر ہونے کی کوشش کرتے رہتے ہیں اور وہ جو میری صفات کا رنگ اپنے اوپر چڑھانے اور اپنی قوتوں کو جنہیں میں نے عطا کیا ہے میری ہی بیان کردہ ہدایات کے مطابق ان کو نشوونما دینے کی کوشش کرتے اور اپنی دعاؤں کے ذریعہ میرے فضل کو جذب کرتے ہیں۔ فرماتا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کے فرشتے نازل ہوتے ہیں اور انہیں یہ تسلی دلاتے ہیں کہ تمہاری انتہائی کوشش کے باوجود اگر کوئی بشری کمزوریاں رہ گئی ہوں تو حزن نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ ان کمزوریوں کو ڈھانپ دے گا اور ان کے بداثرات سے تمہیں بچالے گا لیکن اگر اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے کچھ لوگ خدا تعالیٰ کی ہدایت پر عمل کرنے کی بجائے اور اس کی آواز پر لبیک نہ کہتے ہوئے شیطان کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ نیز اللہ تعالیٰ نے تمہیں جو ذاتی حقوق دیئے ہیں اور اس نے اسلام کو ساری دنیا پر غالب کرنے کے لئے جو مہمات چلائی ہیں، ان کے راستے میں وہ روک بنتے ہیں تو ان سے ڈرنے کی بات نہیں ہے کیونکہ وہ تمہارے رب نہیں ہیں تمہارا رب تو اللہ تعالیٰ ہے۔

پس اللہ تعالیٰ نے انسان کو مختلف قسم کی قوتیں اور صلاحیتیں عطا فرمائی ہیں۔ جن میں بنیادی طور پر جسمانی قوتیں اور صلاحیتیں ہیں اور جن کی صحیح نشوونما ہونی چاہیئے اور جن کی حقیقی اور صحیح حفاظت ہونی چاہیئے۔ بہت سے نوجوان اور کم عمر بچے ایسے بھی ہوتے ہیں جن کو گندی عادتیں پڑ جاتی ہیں۔ جس سے ان کی صحت پر بُرا اثر پڑتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کی ہدایت اور منشاء کے مطابق اور اس کے بتائے ہوئے طریق پر انسان کو اپنی صلاحیتوں اور استعدادوں کو اجاگر کرنا چاہیئے۔ ان کو نشوونما دینا چاہیئے۔ دعاؤں کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت کو جذب کر کے اپنی قوتوں کی نشوونما کو حدِّ کمال تک پہنچانا چاہیئے۔

چنانچہ اس سلسلہ میں مَیں نے پندرہ دن پہلے ایک ''مجلس صحت'' قائم کی تھی اور کہا تھا کہ اگلے جمعہ (یعنی ۱۰؍ مارچ) تک یہ کام شروع ہو جانا چاہیئے یعنی کام کی ابتداء کر دی جائے۔

چنانچہ انتظامیہ بن گئی اور گذشتہ جمعہ کو پہلا وقارِعمل ہوا۔ آج صبح دوسرا وقارِعمل کیا گیا جس کا کچھ حصہ میں نے بھی جا کر دیکھا تھا۔

غرض اس سلسلہ میں کام کی ابتداء ہوگئی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے انتہاء تک پہنچانے کی ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ ویسے اللہ تعالیٰ کے فضلوں کی انتہاء تو ہوتی ہی نہیں۔ تاہم یہ کام شروع ہو چکا ہے۔ اب ہم انشاء اللہ خدا کے فضلوں کو جذب کریں گے اور جذب کرتے چلے جائیں گے۔ صحت کے قیام اور جسمانی قوتوں کی کامل نشوونما کے لئے صرف ورزش کافی نہیں۔ ہمارا ماحول بھی ایسا ہونا چاہئے جس میں گندگی نہ ہو کیونکہ ایک صحت مند ماحول کے اندر صحیح طریق پر جو ورزش کی جاتی ہے وہی جسموں کو مضبوط اور محنت کے قابل بناتی ہے اور ذہنی جدوجہد اور اخلاقی کوشش کے لئے سامان پیدا کرتی ہے۔ پھر یہ قدم ہم اس لئے بھی اٹھاتے ہیں کہ ہمارے لئے اگلا قدم اُٹھانا آسان ہو جائے یعنی ذہنی طور پر بھی ہم محنت کرنے کے زیادہ قابل ہو جائیں۔ پھر اس کے بعد تیسرا قدم ہے اخلاقی ذمہ داریوں کے نباہنے کا اور پھر اس سے اگلا قدم ہے روحانی ذمہ داریوں کے نباہنے کا۔ غرض ذہنی، اخلاقی اور روحانی ذمہ داریوں کے نباہنے کے لئے بھی مضبوط جسم کی اشد ضرورت ہے۔

بہرحال مجلس صحت کے کام کی ابتداء ہوگئی ہے۔ ان دو ہفتوں میں کچھ سستی بھی نظر آئی ہے جس کی طرف میں آپ کو توجہ دلانا چاہتا ہوں۔

پہلے ہفتہ میں ربوہ کے جتنے احباب وقارِعمل میں شامل ہوئے تھے آج اس سے کچھ کم شامل ہوئے ہیں۔ یہ غلط بات ہے ہر دفعہ زیادہ سے زیادہ احباب کو وقارِعمل میں شامل ہونا چاہئے۔ اگر ہر روز جماعت احمدیہ میں کئی بچے پیدا ہوتے ہیں (گو یہ ٹھیک ہے کہ ربوہ میں تو روزانہ شاید ایسا نہیں ہوتا ہوگا لیکن جماعت احمدیہ میں بحیثیت مجموعی) ہر روز کئی بچے اطفال الاحمدیہ کی تنظیم میں پہنچتے جائیں۔ جو دوست اپنے بچوں کے مجھ سے نام رکھواتے ہیں ان کی تعداد بھی ہر روز قریباً دس پندرہ تو ضرور ہوتی ہے حالانکہ بہت کم احباب ہیں جو مجھ سے نام رکھواتے ہیں۔ خود ہی اپنے گھروں میں بچوں کے نام رکھ لیتے ہیں۔ کسی کو خیال آتا ہے تو وہ مجھ سے بھی نام رکھوا لیتا ہے کئی دوست مجھ سے پیار کا اظہار کرنے کے لئے یہ بھی لکھ دیا کرتے ہیں کہ بچے

کی والدہ یا والد، دادا یا دادی، نانا یا نانی یا کسی اور عزیز کو خواب آیا ہے کہ اس بچے کا یہ نام رکھا جائے۔ اس لئے آپ بھی یہ نام رکھ دیں۔ چنانچہ ایسے دوستوں کے لئے میں دعا کر دیتا ہوں اور ان کو لکھوا دیتا ہوں کہ یہی نام رکھ دو۔ اللہ تعالیٰ اس میں برکت ڈالے۔

پس جب روزانہ پیدا ہونے والے کئی بچوں کے نام رکھے جاتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اطفال الاحمدیہ کی تنظیم میں بھی ہمارے کئی بچے روزانہ شامل ہو رہے ہیں یعنی جو بچے اس مقررہ عمر کو پہنچے وہ اس میں شامل ہو گئے۔ غرض ہم نے کمی کی طرف نہیں جانا بلکہ آگے ہی بڑھنا ہے۔ ہم نے بڑھنا ہے، بڑھنا ہے اور ہر جہت میں بڑھنا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

ہم نے اپنی اُن تمام کھلی جگہوں کو جنہیں انگریزی میں Open Spaces (اوپن سپیسز) کہتے ہیں خوش نما بھی بنانا ہے اور ان کو اس قابل بھی بنانا ہے کہ وہ تعفّن کی جگہیں نہ رہیں بلکہ خوشبودار جگہیں بن جائیں۔ ہمارے لئے آکسیجن بہت ضروری ہے۔ اس لئے ان جگہوں پر درخت بھی لگنے چاہئیں۔ یہ درخت Lungs (لنگز) بھی کہلاتے ہیں اور یہ ہے بھی حقیقت کیونکہ شہروں میں یہ درخت وہی کام دیتے ہیں جو انسانی جسم کے لئے پھیپھڑے کام دیتے ہیں۔ اس لئے ہم نے درختوں کو واقع میں اپنی صحت کے مقام کے لئے پھیپھڑے بنانا ہے۔ پھر ان جگہوں کو ورزش کے لئے ہموار کرنا ہے۔ ان میں گھاس لگانی ہے۔ اس لئے یہ لمبا پروگرام ہے۔ اس کے کچھ حصے انشاء اللہ اسی سال پورے ہو جائیں گے اور کچھ اگلے سال مکمل ہوں گے مثلاً یہ جو چھوٹے درخت ہیں یعنی موسمی نہیں بلکہ مستقل رہنے والے یعنی سدا بہار یہ عموماً تین سال کے بعد قد نکالتے اور شکلیں بدلتے ہیں۔ اگر ہم نے یہ کام آج سے بیس سال پہلے شروع کیا ہوتا تو آج ربوہ کی شکل ہی اور ہوتی پھر اس کے مکینوں کی صحتیں بھی یقیناً اس سے بہتر ہوتیں جو آج ہمیں نظر آ رہی ہیں۔

بہرحال یہ کام تو اب شروع ہو چکا ہے اب آپ کو اس میں کسی قسم کی سستی اور غفلت نہیں برتنی چاہئے۔ اس کام کے ابتدائی حصے مثلاً زمین کو ہموار کرنا ہے اس کے لئے باقاعدگی سے وقارِعمل کئے جائیں۔ وقارِعمل اب اسی کا ایک حصہ بن گیا ہے۔ ویسے بھی ہم وقارِعمل کرتے رہے ہیں لیکن اب یہ وقارِعمل مجلس صحت کا حصہ بن گیا ہے کیونکہ جب تک ہم ان جگہوں کو اس

قابل نہیں بنائیں گے اس وقت تک وہاں کیسے کھیلا جائے گا۔ مگر وقارِ عمل کے لئے سامان کی ضرورت ہے۔

مجھے یاد ہے جب ہم نے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے حکم سے قادیان میں پہلی دفعہ وقارِ عمل کیا تھا اس وقت خدام الاحمدیہ کے پاس شاید ایک کدال بھی نہیں تھی سب مانگے کا سامان تھا۔ دوستوں نے بڑے پیار اور محبت سے ہماری ضرورت کے لحاظ سے اپنے اپنے گھروں میں سے رنبے، کدال، کسّی اور ٹوکریاں وغیرہ دے دی تھیں لیکن یہ سامان وصول کرنے اور پھر جب وقارِ عمل ختم ہو جاتا تھا تو واپس کرنے پر ہمارا بڑا وقت لگتا تھا۔ مجھے بعض دفعہ ظہر کی نماز تک بیٹھنا پڑتا تھا۔ ہر ایک دوست کے گھر اس کا سامان بھجوانا بڑی ذمہ داری کا کام ہوتا تھا۔ ویسے ذہنی طور پر بھی یہ تربیت ہونی چاہئے کہ دوسرے آدمی کے سامان کو ہم نے کسی صورت میں نقصان نہیں پہنچنے دینا۔ چنانچہ اسی لئے میں بھی بڑی ذمہ داری محسوس کرتا تھا اور اپنی نگرانی میں ہر ایک کو سامان واپس بھجواتا تھا لیکن جس وقت ہم نے قادیان چھوڑا ہے اس وقت خدام الاحمدیہ کے پاس ۴۔۵ سو کدالیں اور بیلچے تھے۔ پانچ سو یا شاید ہزار ٹوکریاں تھیں اور اسی قسم کا دوسرا سامان بھی بہت تھا جس سے ہم کام کرتے تھے۔ مگر اس وقت خدام الاحمدیہ کے پاس ۷۵ کدالیں ہیں۔ انہوں نے اپنی ضرورت کے مطابق لی ہوئی ہیں لیکن میں انہیں یہ ہدایت کرتا ہوں کہ وہ اس سال ۵۰ کدالیں اور خرید لیں۔ اس طرح یہ سوا سو ہو جائیں گی۔ مجلس انصار اللہ مرکزیہ کے پاس پتہ نہیں کوئی کدال ہے یا نہیں۔ ان کے پاس بھی ۷۵ کدالیں ہونی چاہئیں۔ اس طرح یہ کل دو سو کدالیں ہو جائیں گی لیکن مجلس صحت کا اندازہ ہے کہ چار سو کدال ہونی چاہئے۔ اس لئے کچھ کدالیں ہمارا کالج خریدے، کچھ سکول خریدے اور کچھ جامعہ احمدیہ خریدے۔ ان اداروں سے میں یہ نہیں کہتا کہ تم اتنی اتنی کدال خریدو۔ وہ خود اپنے اپنے حالات کے لحاظ سے خریدیں۔ تاہم میرا خیال ہے کہ ہمارا کالج ۵۰ کدالیں آسانی سے خرید سکتا ہے لیکن بہر حال یہ میرا خیال ہے۔ وہ خود اپنا جائزہ لیں اور اپنے حالات کے مطابق اس غرض کے لئے رقم خرچ کریں۔ دوسرا سامان بھی ہے کچھ وہ بھی خریدیں اور پھر اگلے سال (بعض اداروں کا آٹھ نو مہینوں کے اندر اگلا سال آجاتا ہے بلکہ سبھی کا آجاتا ہے) اور خریدیں۔ پھر جو کمی رہ

جائے گی اسے ہم پورا کر دیں گے۔ کچھ ٹیوب ویل بھی لگانے پڑیں گے۔

بہرحال پوری جدوجہد سے تم ربوہ کی شکل اس نیت سے بدل دو کہ باہر سے آنے والے دوست اسے دیکھ کر یہ کہہ سکیں کہ صفائی اور نفاست کے لحاظ سے اسلام نے کسی شہر کا جو معیار مقرر کیا ہے ربوہ اس پر پورا اترتا ہے اور ساتھ ہی یہ نیت بھی ہونی چاہئے کہ ہم اپنی صحتوں کو برقرار رکھنے کے لئے ہر ممکن کوشش کریں گے تاکہ ہم اللہ تعالیٰ کی طرف سے عائد ہونے والی بڑی عظیم اور بڑی بھاری ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہوسکیں۔ آخر غلبہ اسلام کی ذمہ داری کوئی معمولی ذمہ داری نہیں ہے۔ ساری دنیا سے روحانی جنگ لڑی جا رہی ہے۔ اس لئے ہمارا یہ پختہ عزم ہونا چاہئے کہ اس ذمہ داری کو نباہنے کے لئے ہم اپنی جسمانی اور ذہنی قوتوں کو پوری طرح صحت مند رکھیں گے تاکہ ہم تبلیغ و اشاعت اسلام کا زیادہ سے زیادہ بوجھ اٹھا سکیں اور خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کیلئے زیادہ سے زیادہ محنت کر سکیں۔

دوسری بات میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ صحت کے قیام کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ بیماری نہ آئے اور اگر کوئی ایسی بیماری ہو جس کے کیڑوں کا ایک انسان کے جسم میں ہونا ضروری ہو یا جس کے کیڑوں کا روحانی جماعت کے وجود میں رہنا ضروری ہو تو اس کا کوئی بداثر اُس انسان کے جسم یا روحانی جماعت کے وجود پر نہ پڑے غرض یہ امر بھی صحت کے قیام کے لئے ضروری ہے اور اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا ہر لحاظ سے ہم پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ ہم ہر قسم کے نفاق سے بچیں۔ کیونکہ نفاق کی بیماری ہمارے اُس خدا سے جو رب العٰلمین ہے دور لے جانے والی ہے۔ نفاق زدہ آدمی اپنے رب کی بجائے دوسری جگہ اپنے سہاروں کی تلاش کرتا اور ناکام ہوتا ہے۔ کیونکہ خدائے رب العٰلمین کے سوا اس کی مخلوق کے لئے اور کوئی سہارا نہیں ہے۔

پس یہ عرفان حاصل کرنا کہ اللہ تعالیٰ واقع میں ہمارا رب ہے (یعنی جیسا کہ وہ چاہتا ہے ہم اس کا عرفان حاصل کریں۔ اس کی صفات کے متعلق علم حاصل کریں) اور پھر اس اعتقاد اور یقین پر مستقل مزاجی اور ثباتِ قدم کے ساتھ قائم رہنا یہ روحانی صحت کے لئے بھی بڑا ضروری ہے۔

پچھلے جمعہ کو میں نے اپنے خطبہ میں منافقین کی بعض فتنہ پردازیوں کی طرف جماعت کو توجہ دلائی تھی اور اس قسم کے فتنے چونکہ جماعت کو بیدار کرنے اور بیدار رکھنے کے لئے بھی پیدا ہوتے ہیں۔ اس لئے میں خوش ہوں اور میرا دل خدا کی حمد سے لبریز ہے کہ اہالیان ربوہ کا وہی ردعمل ظاہر ہوا ہے جو ایک الٰہی سلسلہ کے افراد کا ہونا چاہئے اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی احسن جزاء عطا فرمائے۔ لیکن ہمیں تو یہ یاد ہے ہم بھولے تو نہیں کہ ہماری جماعت قانون شکنی نہیں کرتی۔ تاہم قانون ہی نے خود حفاظتی کی ہمیں بہت ساری اجازتیں دے رکھی ہیں کیونکہ خود حفاظتی ہمارا انسانی حق ہے۔ خود حفاظتی ہمارا اخلاقی حق ہے۔ خود حفاظتی ہمارا قانونی حق ہے اور خود حفاظتی ہمارا شہری حق ہے۔ غرض جو انسانی حقوق کا دائرہ ہے یا اخلاق کا دائرہ ہے یا قانون کا دائرہ ہے یا شہریت کا دائرہ ہے، اس دائرہ کے اندر رہتے ہوئے ہم اپنی خود حفاظتی کا انتظام کریں گے اور اس پر کوئی عقلمند انسان اعتراض نہیں کر سکتا لیکن ہم قانون شکنی نہیں کرتے اور نہ کبھی کریں گے لیکن اگر ہمارا مخالف یہ سمجھتا ہے کہ وہ سر جو عاجزی کے ساتھ اپنے رب کے حضور جھکا رہتا ہے اس کا اس طرح جھکنا خشیۃ اللہ کے نتیجہ میں نہیں بلکہ بزدلی اور کمزوری کے نتیجہ میں ہے تو وہ بیوقوف اور جاہل ہے۔ ہمارا سر اپنے رب رحیم اور رب غفور کے حضور جھکا ہوا ہے اور خدا کرے کہ ہمارا سر اور ہماری آئندہ نسلوں کا سر ہمیشہ ہی خدا تعالیٰ کے حضور جھکا رہے۔ لیکن بیوقوف ہے وہ شخص جو ہماری اس عاجزی کو ہماری کمزوری یا بزدلی سمجھتا ہے کیونکہ وہ شخص جس نے خود کو تہی دست سمجھ کر اور خود میں کوئی طاقت اور قوت اور خوبی نہ پا کر اُس خدا کے دامن کو پکڑا ہے جس کے اندر ساری قوتیں جمع اور جس میں ساری خوبیاں پائی جاتی ہیں، وہ نہ بزدل ہو سکتا ہے اور نہ کمزور۔ کیونکہ وہ تو حاکم اعلیٰ کے سایہ میں، پیار کرنے والے رب کی گود میں بیٹھا ہے۔ وہ کمزوری کیسے دکھا سکتا ہے۔

غرض یہ بزدلی اور کمزوری نہیں تاہم ہمارے سر ہمیشہ خدا کے حضور جھکے ہی رہیں گے کیونکہ ہم خدا کے عاجز بندے اور خود کو کچھ نہیں پاتے۔ ہم بالکل تہی دست ہیں لیکن ہم نے اس خدا کے دامن کو پکڑا ہے جو سب قدرتوں کا مالک ہے۔ جو سب دولتوں کا مالک ہے۔ جو سب خزانوں کا مالک ہے۔ جو حقیقی عزت کا سرچشمہ ہے اور ہر قسم کا غلبہ اُسی سے ملتا ہے۔

غرض آپ نے بیداری کا جو مظاہرہ کیا ہے یا مجھے یوں کہنا چاہئے کہ جس کے کرنے کی اللہ تعالیٰ نے آپ کو توفیق عطا فرمائی ہے اس پر آپ کو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے اور میری دعائیں ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو احسن جزاء عطا فرمائے۔

جس چیز پر آپ کو ہمیشہ ہی عمل کرتے رہنا چاہئے وہ ہے عاجزی۔ اس لئے آپ کو عاجزانہ راہیں اختیار کرنی چاہئیں۔ آپ کو چاہئے کہ کبھی ان راہوں سے اِدھر اُدھر نہ ہوں۔ آپ یہ کبھی خیال نہ کریں کہ آپ کے اندر کوئی طاقت ہے یا کوئی خوبی ہے یا کوئی علم ہے۔ غرض تکبر اور غرور نہیں ہونا چاہئے بلکہ اپنے آپ کو نہایت ہی عاجز بندے سمجھنا چاہئے۔ اتنے عاجز کہ ہم میں سے ہر شخص یہی سمجھتا ہو کہ اس سے زیادہ کمزور اور کوئی نہیں۔ اس سے زیادہ ناتواں اور کوئی نہیں۔ اس سے زیادہ کم علم اور کوئی نہیں اور اس سے زیادہ بے عزت اور کوئی نہیں یعنی جہاں تک ذاتی عزتوں کا سوال ہے۔ پس ہر احمدی میرے سمیت یہی سمجھتا ہے کہ وہ دوسروں کے مقابلہ میں سب سے زیادہ کمزور اور ذلیل اور ناکارہ اور تہی دست ہے لیکن اس تذلل اور عاجزی کے باوجود ہر احمدی نے اپنی زندگی میں اپنے زندہ خدا کی عظیم صفات کے جلوے دیکھے اور خود اپنی ذات میں محسوس کئے ہیں۔ چنانچہ جب ہم نے علیٰ وجہ البصیرت خدا تعالیٰ کا دامن پکڑا تو ہمیں یہ تسلی ہوگئی کہ ہم سے کمزوریاں تو سرزد ہونگی لیکن اللہ تعالیٰ ہمارے لئے حزن کے سامان نہیں پیدا کرے گا۔ وہ ہمارے لئے رحمت کے سامان پیدا کرے گا دشمن جس رنگ میں بھی آئے، جس طاقت کے ساتھ بھی آئے اس کا وہی حشر ہوگا جو ہمیشہ صداقت، نیکی، ہمدری اور خیر خواہی کے دشمنوں کا ہوا کرتا ہے۔

پس آپ بھی اور میں بھی اس لئے پیدا ہوئے ہیں کہ ہم کسی کو دکھ نہ پہنچائیں۔ ہم کسی کی برائی نہ سوچیں۔ ہم کسی کے لئے بددعا نہ کریں۔ ہم کسی کے لئے برائی نہ چاہیں ہم کسی کا حق نہ ماریں بلکہ حق دلانے کی کوشش کریں اور جہاں تک ہمارا تعلق ہے جو دوسروں کے ہم پر حق ہیں اُن سے زیادہ ہم ان کو دے دیں تاکہ ہم اپنے رب سے بغیر حساب اجر کی امید رکھ سکیں۔ اگر تم گن گن کر نیکیاں کرو گے تو گن گن کر تمہیں جزاء مل جائے گی مگر گن گن کر جو جزاء ہوتی ہے وہ تو کافی نہیں ہوتی۔ اگر آپ سمجھیں اور سوچیں تو وہ نہ میرے لئے کافی ہے اور نہ آپ کے

لئے کافی ہے۔ اس چھوٹی سی زندگی میں ہزار غفلتوں اور کوتاہیوں کے بعد انسان آخر کتنی نیکیاں کر لیتا ہے جن کے بدلے کی وہ امید رکھے اور سمجھے کہ وہ ابدی زندگی کے لئے کافی ہو جائے گا مثلاً اگر تم گن کر دس روٹیاں خدا کی راہ میں دو گے تو اس کے وعدہ کے مطابق گنی ہوئی سَو روٹیاں تمہیں مل جائیں گی کیونکہ یہ اس کا وعدہ ہے کہ ایک نیکی کے بدلے دس گنا زیادہ ثواب ملے گا لیکن سو روٹیاں تو تمہاری اس تھوڑی سی زندگی کے لئے بھی کافی نہیں ہیں۔ پس اگر تم خدا تعالیٰ کی راہ میں گن کر دو گے تو تم گھاٹے میں رہو گے۔ تم ہلاک ہو جاؤ گے اس لئے تم خدا تعالیٰ کی راہ میں کوئی چیز گن کر نہ دو بلکہ ہر وہ چیز جس کے تم مالک ہو تم وہ خدا تعالیٰ کی راہ میں پیش کر دو۔ پھر تم خدا تعالیٰ سے یہ کہو کہ اے خدا! حساب کوئی نہیں اگر تو نے ہمارا حساب کیا تو پھر تو ہم مارے گئے۔ اس لئے ہم نے خلوص کے ساتھ اور نیک نیتی کے ساتھ جو کچھ ہم کر سکتے تھے وہ ہم نے تیرے حضور پیش کر دیا ہے۔ اس خیال سے نہیں کہ ہماری اس پیشکش میں کوئی خوبی ہے جسے تو ضرور قبول فرمائے گا بلکہ اس امید اور اس دعا کے ساتھ کہ تو باوجود ہزار کمزوریوں کے ان عاجز بندوں کی پیشکش کو محض اپنے فضل سے قبول فرمائے گا۔

پس جہاں اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک صحیح ردعمل کی توفیق عطا فرمائی ہے وہاں آپ یہ دعا بھی کرتے رہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو عاجزانہ راہوں پر چلنے کی توفیق بخشے اور ہم پر اس کے بے شمار فضل اور بے انتہا رحمتیں ''بِغَیْرِ حِسَابٍ'' نازل ہوتی رہیں۔

تیسری بات جو میں اس وقت کہنی چاہتا ہوں۔ وہ ایک اور قسم کے فتنہ کے متعلق ہے جو نفاق کے ساتھ بہت ملتا جلتا ہے البتہ اس کی شکل کچھ بدلی ہوئی ہے اور اس کے متعلق اس آیت میں توجہ دلائی گئی ہے جس کی میں نے ابھی تلاوت کی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا کوئی بندہ جس وقت واقع میں اور حقیقی طور پر رَبُّنَا اللّٰہُ کہتا ہے اور پھر وہ پوری کوشش اور مجاہدہ کے ذریعہ اور انتہائی عاجزانہ دعاؤں کے نتیجہ میں استقامت دکھاتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایسے لوگوں کے لئے آسمان سے فرشتے نازل ہوتے ہیں اور وہ اُن سے ہمکلام ہوتے ہیں اور ان کو تسلی دلاتے ہیں کہ بے شک تم بشر ہو اور تم سے بعض کمزوریاں سرزد ہوں گی بایں ہمہ غم نہ کرو۔ تم سمجھتے ہو کہ تمہارا مخالف بڑا طاقتور ہے مگر خدا تعالیٰ سے تو کوئی شخص

زیادہ طاقتور نہیں ہے۔ اس لئے تم اپنے دل میں کوئی خوف نہ لاؤ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ایسے لوگوں کو نہ کوئی خوف ہوتا ہے اور نہ حزن نہ کوئی غم ہوتا ہے اور نہ اندیشہ۔ وہ نہایت بشاشت کے ساتھ خدا تعالیٰ کی راہ میں قربانیاں کرتے چلے جاتے ہیں۔ چنانچہ جب اُن کا کوئی دشمن یا مخالف یہ سمجھتا ہے کہ اُس نے اُن پر انتہائی سخت وار کیا۔ تو خدا کے یہ بندے سمجھتے ہیں کہ انہیں سب سے زیادہ سرور کے سامان مل گئے۔ وہ اس مخالفت سے روحانی طور پر ایک لذت حاصل کر رہے ہوتے ہیں۔

پس الٰہی سلسلوں پر بالعموم اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قوتِ قدسیہ کے نتیجہ میں امت محمدیہ پر بالخصوص اللہ تعالیٰ کی طرف سے بڑا فضل اور رحم نازل ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں کے طفیل اپنے فضل سے نوازا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جو محبت کی ہے وہ اس سے بڑھ کر کسی سے نہیں کی۔ چنانچہ اس محبت کا یہ کرشمہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم اس وجود سے محبت کرو گے تو میری محبت کو پالو گے۔ غرض اس محبت کے طفیل اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ملتی ہیں۔

پس دراصل امت محمدیہ اولیاء کی امت ہے۔ اس میں بڑی کثرت سے ولی اللہ پیدا ہوئے ہیں۔ اب بھی پیدا ہو رہے ہیں اور انشاء اللہ قیامت تک پیدا ہوتے رہیں گے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ امت محمدیہ میں ایک ایک وقت میں ہزاروں اولیاء اللہ پیدا ہوتے رہے ہیں لیکن ایک بات جو آپ کو کبھی نہیں بھولنی چاہئے اور جس کے متعلق خلفاء کو یاد دہانی کرواتے رہنا چاہئے۔ مجھ سے پہلوں نے بھی یاددہانی کروائی ہے اور آج میں بھی کروانا چاہتا ہوں اور وہ یہ بات ہے اور بڑی ہی اہم بات ہے کہ امت محمدیہ میں ولایت جاری ہے۔ ہزاروں کی تعداد میں چھوٹے بڑے اولیاء پیدا ہوتے رہے ہیں۔ آج ہماری جماعت میں بھی موجود ہیں مگر یہ ولایت اور چیز ہے اور گدی والی ولایت اور چیز ہے۔ اس گدی والی ولایت کی اجازت ہی نہیں اور نہ یہ عنداللہ مقبول ہوسکتی ہے کیونکہ یہ نفاق کی حدود پر قائم ہے۔

چنانچہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے متعدد موقعوں پر جماعت کو یہ فرمایا ہے کہ بعض

لوگ ولایت کی گدی بنا رہے تھے اور خلافت کے زمانہ میں اس کی اجازت نہیں دی جاسکتی لیکن میں نے بتایا ہے کہ کئی منافق کہیں گے کہ انہوں نے جماعت میں کسی کے بھی ولی اللہ ہونے کا انکار کر دیا ہے یعنی یہ کہ جماعت میں اب کوئی ولی پیدا نہیں ہوگا۔ منافق اس قسم کے اعتراض ڈھونڈتے رہتے ہیں۔ آپ ان کو جواب دیں۔ جواب میں آپ کو بتا رہا ہوں۔ اور وہ یہ ہے کہ امت محمدیہ اولیاء اللہ کی امت ہے۔ اس میں ایک ایک وقت میں ہزاروں لاکھوں اولیاء ہوتے رہے ہیں لیکن وہ ولی جو حقیقی معنی میں ولی ہوئے ہیں۔ جو اپنے عاجزانہ مقام کو پہچانتے، اپنی عاجزانہ راہوں کو بھولتے نہیں اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے حضور گرے رہتے ہیں۔ میں اس ولایت کی بات نہیں کر رہا۔ میں صرف اس گدی والی ولایت کی بات کر رہا ہوں جس کے متعلق مجھ سے پہلوں نے بھی کہا اور بعد میں آنے والے بھی کہتے رہیں گے کیونکہ یہ فتنہ ساتھ لگا ہوا ہے۔

اور اس گدی والی ولایت کی دو بڑی نمایاں خصوصیتیں ہیں۔ وہ میں آپ کو بتا دیتا ہوں۔ آپ خود ان کے مطابق ایسے لوگوں کو پرکھ لیں۔ چنانچہ بعض گدی والی ولائیتوں میں دونوں خصوصیتیں پائی جاتی ہیں اور بعض میں پہلی یا دوسری خصوصیت پائی جاتی ہے۔

پس یہ گدی والی ولایت جو خدا تعالیٰ کی نگاہ میں مکروہ ولایت ہے۔ جو دراصل ولایت ہے ہی نہیں۔ لوگ اپنے آپ ایسے شخص کا نام ولی رکھ دیتے ہیں۔ تاہم اس ولایت کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ ایسا شخص اپنے خوابوں کو دُنیوی اموال کے حصول کا ذریعہ بنا لیتا ہے۔ اس کے متعلق لوگوں میں یہ غلط طور پر مشہور ہو جاتا ہے کہ یہ بڑے بزرگ ہیں۔ ان کی دعائیں مقبول اور خوابیں سچی ہیں۔ اس لئے ان کو جا کر یہ دے دو وہ دے دو۔ ان کو کپڑے بنا کر دے دو۔ ان کے لئے یہ کر دو وہ کر دو۔ پھر ایسے ''بزرگ'' اشارۃً یا کھل کر مانگتے بھی ہیں۔ چنانچہ ایک شخص نے مجھے بتایا کہ فلاں ولی اللہ صاحب ہمارے ہاں آئے تھے۔ ان کے پاس کپڑے بھی نہیں تھے۔ انہوں نے اس کا اظہار کیا تو ہم نے ان کو کپڑے بنا کر دیئے۔ یہ سن کر کہ جماعت احمدیہ میں کوئی ایسا ولی بھی ہوسکتا ہے مجھے تو پسینہ آ گیا کیونکہ ولایت کے معنے ہی اللہ تعالیٰ سے پختہ تعلق پیدا کرنے اور اپنے دل میں اس کی کامل خشیت رکھنے اور اسی کو رَبَّنَا، رَبَّنَا کہنے اور کسی دوسرے کو کسی قسم کا سہارا نہ سمجھنے کے ہوتے ہیں مگر جو لوگ دعاؤں اور خوابوں

کو احتیاج پوری کرنے کا ذریعہ بنا لیتے ہیں اور خدا کو چھوڑ کر اس کے بندوں کے محتاج بنتے ہیں ایسی ولایت پر ہر احمدی بچہ اور بوڑھا جس نے احمدیت کو پہچانا ہے وہ تھوکے گا بھی نہیں۔ اسلام آپ کا اور میرا خدا تعالیٰ سے جو تعلق قائم کرنا چاہتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے اپنی جو محبت ہمارے اندر پیدا فرمائی ہے۔ خدا تعالیٰ نے ہمیں اپنی صفات کے جلوے مشاہدہ کروا کر ہمیں جس شدت کے ساتھ اپنی طرف کھینچا ہے اور اُس نے ہمیں اپنا جو حسن دکھایا ہے اس کی موجودگی میں ہماری نگاہ کسی اور کی طرف اٹھتی ہی نہیں۔ ایسی صورت میں ہم بندوں کے محتاج کیسے بن سکتے ہیں یا بندوں کی طرف راغب کیسے ہو سکتے ہیں سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ کسی کے متعلق خود فرمائے مثلاً حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق خدا نے فرمایا کہ یہ میرا اتنا پیارا ہے یہ میری راہ میں اسی طرح قربان ہونے والا ہے یہ میری صفات کے رنگ کو اس طرح اپنے اوپر چڑھانے والا ہے کہ اس سے زیادہ حسین شکل میں کسی اور نے میری صفات کے رنگ کو اپنے اوپر نہیں چڑھایا اور میری راہ میں اس سے زیادہ کسی نے قربانی نہیں دی۔ اس نے سب کچھ میری راہ میں قربان کر دیا۔ اس نے اپنی ساری قوتیں، طاقتیں اور صلاحیتیں کہ اُتنی کسی اور انسان کو نہیں ملیں مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی وہ تمام قوتیں، طاقتیں اور صلاحیتیں اپنے رب کی راہ میں قربان کر دیں۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا یہ تمہارے لئے نمونہ بن گیا ہے۔ تم اس سے پیار کرو گے۔ اس کے نقش قدم پر چلو گے اس کو اپنے لئے اسوہ بناؤ گے تو میرے پیار کو حاصل کر لو گے یعنی جو راہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مجھ تک پہنچا سکیں اگر تم بھی ان پر چلو گے تو تم بھی کیوں نہیں پہنچو گے۔ تم بھی اگر مجھ تک پہنچ گئے تو اپنی اپنی طاقت کے مطابق تم بھی میری رحمت سے حصہ پاؤ گے۔

یا پھر خلفاء کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے اور وہ بھی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوہ کی وجہ سے۔ آپ نے فرمایا ہے کہ میری اور میرے خلفاء کی سنت تمہارے لئے اسوہ ہے۔ خلیفہ سے مراد وہ شخص ہوتا ہے جو اپنا کچھ نہیں رکھتا بلکہ وہ نبی متبوع کے وجود کا ایک حصہ ہوتا ہے اور اسی کا رنگ اس کے اوپر چڑھا ہوا ہوتا ہے۔ اسی لئے آپ نے فرمایا کہ خلفاء کی سنت بھی تمہارے لئے اسوہ ہے۔ یعنی اگر کسی وقت کسی مقام پر کسی زمانے میں میرا جو حسن ہے

یا مجھ پر خدا تعالیٰ کی صفات کا جو رنگ چڑھا ہوا ہے وہ تمہیں صاف اور واضح طور پر نظر نہ آئے تو میرے خلفاء کی طرف دیکھ لینا کیونکہ جو ان کا رنگ ہے وہ ان کا اپنا نہیں ہے بلکہ میرے نائب ہونے کی حیثیت سے ان میں میرا ہی حسن جلوہ گر ہے۔ اُن پر میرا ہی رنگ چڑھا ہوا ہے۔ اگر زمانہ کی دوری یا مکان کی دوری کی وجہ سے تمہیں کوئی شبہ پیدا ہو تو اس وقت جو میرے نائب اور خلفاء ہوں گے اُن کے اندر تمہیں میرے حسن اور میری سنت کا اسوہ نظر آئے گا۔ اس لئے تم اُن کی پیروی کرنا۔

پس چونکہ خلفاء کا اپنا کچھ نہیں ہوتا اس لئے ان کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے اور یہ اس لئے نہیں کہ اس طرح خدا تعالیٰ اُن کو کوئی رفعت دینا چاہتا ہے۔ اُن کے لئے تو خدا تعالیٰ کا پیار کافی ہے۔ اس لئے ان کو تو کسی اور رفعت کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اُنکی اطاعت کا حکم دراصل اس لئے دیا گیا ہے کہ ان کے ذریعہ خدا تعالیٰ تمہیں رفعت بخشنا چاہتا ہے۔ اگر تم ان کی اطاعت نہیں کرو گے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تم ابلیس بن جاؤ گے اگر تم ابلیس نہیں بننا چاہتے تو پھر تمہیں خلفاء کی اطاعت کرنی پڑے گی۔ تمہیں ان کی کامل طور پر اور بشاشت کے ساتھ اطاعت کرنی پڑے گی۔

پس خلافت کے زمانہ میں یہ گدی والی ولایت ہو ہی نہیں سکتی۔ جب خلافت کا زمانہ نہ ہو تو اس وقت گدی والی خلافت سے ملتی جلتی خلافت ہوتی ہے۔ وہ بھی حقیقتاً گدی والی خلافت نہیں ہوتی لیکن ایک تھوڑے سے دائرہ کے اندر ایک نائب رسول اپنی محدود صلاحیتوں کے ساتھ امت مسلمہ کے ایک حصے کے شیرازہ کو مضبوط اور ان کے اتحاد کو قائم رکھتا ہے۔ لیکن ہر خلافت کے زمانہ میں جہاں ہزاروں لاکھوں اولیاء ہو سکتے ہیں اور ہوتے ہیں وہاں ایک بھی خدا کا پیارا اور محبوب گدی والا ولی نہیں ہے اور وہ خدا تعالیٰ کا پیارا کیا ہوا جس نے اپنی دعاؤں اور خوابوں کو اپنی روزی کا ذریعہ بنا لیا ہو۔ کیا ایسا شخص خدا تعالیٰ کو رزّاق نہیں سمجھتا کہ کسی دوسرے کی طرف ہاتھ اُٹھانے کی ضرورت پڑ گئی؟

گدی والی ولایت کی دوسری خصوصیت جو پہلی سے بھی زیادہ مکروہ ہے اور بات کرتے ہوئے بھی گھن آتی ہے وہ یہ ہے کہ ایسے ولی اللہ صاحب کہتے ہیں کہ ہم تو خدا تعالیٰ کی نظر میں

بڑے محبوب ہیں۔ اگر کسی نے ہمارے خلاف بات کی تو آسمان سے قہرالٰہی نازل ہوگا اور اسے بھسم کر کے رکھ دے گا۔ میرے پاس ایسے احمقوں کی تحریریں موجود ہیں جن میں انہوں نے اس قسم کے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ بندۂ خدا! تم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑے ہونے کی کیسے اور کس طرح جرأت کر رہے ہو۔ یہ تو خدا تعالیٰ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی وعدہ نہیں تھا کہ آپ کے مخالفوں کے تمام منصوبے ناکام کر دیئے جائیں گے مگر جہاں تک واقعات کا تعلق ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمن ناکام ہوئے۔ اسلام پہلے دور میں بھی آگے بڑھا۔ درمیانی دور میں بھی یہ انسانیت کے لئے فلاح کے سامان اور برکتوں کے سامان اور رحمتوں کے سامان کا موجب بنا رہا اور اب اس دَور میں پھر اللہ تعالیٰ کی منشاء اور اسکے حکم سے غلبۂ اسلام کی ایک عالمگیر مہم جاری ہوئی ہے اور وہ آگے ہی آگے بڑھ رہی ہے۔ غرض حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی خدا تعالیٰ نے نہ یہ وعدہ دیا اور نہ ہمارا یہ مشاہدہ ہے کہ جس نے بھی آپ کے خلاف کوئی بات کی فوراً فرشتوں نے آ کر اس کی گردن پکڑ لی۔

اب دیکھو آج عیسائیت ہزاروں کی تعداد میں ایسی کتابیں بھی شائع کر رہی ہے جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف اس قسم کی گالیاں دی گئی ہیں کہ ہم ان کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ جب ہمیں اُن کا علم ہوتا ہے تو ہمارے دل خون ہو جاتے ہیں۔ بایں ہمہ خدا تعالیٰ کا یہ وعدہ نہیں تھا کہ جب بھی کوئی شخص حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس قسم کی کوئی گالی دے گا تو اس پر فوراً قہرالٰہی نازل ہوگا اور وہ جلد ہی ہلاک کر دیا جائے گا۔ تم کہتے ہو کہ فلاں نے میرے متعلق یہ بات کی ہے اس لئے اس کا بھی وہی انجام ہوگا جو دو چار کا پہلے ہوا ہے مگر اے گدی والے ولیو! تم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑے نہیں ہو اور نہ تمہاری اس بات میں کوئی صداقت ہے۔ ہر مخلص مومن احمدی تمہاری اس حرکت کو نفرت اور کراہت سے دیکھتا ہے۔ مومنین کی یہ جماعت قہرالٰہی کے نتیجہ میں خدا نہ کرے کم نہیں بلکہ روز بروز بڑھ رہی ہے۔ مگر جو دو ایک ایسے آدمی ہیں جو قضائے الٰہی سے فوت ہو جاتے ہیں یا ان کے بچوں کی وفات ہو جاتی ہے تو تم کہہ دیتے ہو یہ ہماری وجہ سے ہوئی ہے۔ جو چیز حضرت

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے نہیں ہوسکی تمہاری وجہ سے بھی نہیں ہوسکتی۔

پس اس قسم کے جو اولیاء بنے بیٹھے ہیں ان کو اپنے دل سے اس قسم کے شیطانی وساوس نکال دینے چاہئیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جسے ہم ’’رَبَّنَا‘‘ کہتے ہیں۔ اس رب نے اگر کسی انسان کے ساتھ انتہائی پیار کیا تھا تو وہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کیا تھا۔ چنانچہ آپ کے دشمنوں کے سارے منصوبے خاک میں ملا دیئے گئے۔ جو آدمی آپ کے خلاف تلوار لے کر نکلا تھا اور سوچا تھا کہ میں تلوار کے ساتھ مسلمان کی گردن کاٹوں گا، تلوار ہی سے اس کی گردن کاٹ دی گئی اور جو تلوار لے کر نہیں نکلا تھا بلکہ جس طرح آجکل کے زمانہ میں ہو رہا ہے جھوٹے، غلط اور دھوکا دینے والے دلائل پر مشتمل لٹریچر کی اشاعت سے اسلام کے خلاف بدظنیاں پھیلائی گئیں اور جھوٹ بولے گئے اور افتراء پردازی کی گئی۔ غرض اسلام کو ذلیل کرنے کے لئے بالکل بودے اور فرسودہ دلائل دیئے گئے مگر ان دلائل کے مقابلے میں اور ان گالیوں کے خلاف آسمان سے بجلی نہیں گری۔ اس کے مقابلے کے لئے آسمان سے خدا کا مسیح نازل ہوا۔ جس نے دلائل کے ساتھ مقابلہ کیا اور اسلام کو سچا ثابت کیا۔

پس جو چیز نامعقول بھی ہے اور جو چیز حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خواہش کے خلاف بھی ہے اسے کس طرح روا سمجھا جاسکتا ہے۔ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دشمنوں کی بہت ایذا پہنچی تو خدا نے فرمایا اے محمد! اگر تم کہو تو ہم ان کو تباہ کر دیتے ہیں آپ نے عرض کیا۔ اے میرے رب! یہ لوگ ابھی میرے مقام کو پہچانتے نہیں۔ آپ نے سوچا ہوگا کہ انہی کی نسل سے میرے فدائی نکلیں گے۔ پس نہ صرف یہ کہ اس موقع پر آپ نے اُن کے لئے بددعا نہیں کی بلکہ جب خدا تعالیٰ کا اذن ملا بددعا کا تب بھی آپ نے اُن کے لئے خدا کا رحم مانگا۔ اُن کے لئے قہر الٰہی نہیں مانگا۔

غرض خدا تعالیٰ نے تو اس قسم کا کسی کے ساتھ وعدہ نہیں کیا ہوا کہ جونہی وہ کسی کے لئے بددعا کرے وہ ہلاک ہو جائے۔ پھر یہ بات حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کے بھی خلاف ہے۔ مگر اس قسم کے گدی والے ولی بڑی دلیری کے ساتھ اپنی ولایت کے حق میں وہ دلیل دیتے ہیں جو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کے خلاف ہے اور وہ

سمجھتے ہیں کہ اس طرح وہ دنیا میں مقبول ہو جائیں گے۔

پس قبل اس کے کہ خدا تعالیٰ جس طرح اپنی جماعتوں کے خلاف منصوبوں کو تباہ کرتا ہے اسی طرح خدا تعالیٰ کا زبردست قوی اور طاقتور ہاتھ تمہارے اس فتنہ کو تباہ کر دے اور تمہارے لئے تکلیف کا باعث بن جائے تم استغفار کرو اور اپنے رب کی طرف رجوع کرو کیونکہ وہی تمہارا بھی رازق ہے۔ تم مانگنا چھوڑ دو۔ وہ خدا جو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے پیار کرنے والا ہے۔ تم اُس کے پیار کے جلوے دیکھو کہ وہ کس رنگ میں انسان پر ظاہر ہوتے ہیں۔ تم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اسوہ حسنہ کا مطالعہ کرو۔ تم دیکھو گے کہ اس عظیم انسان نے کسی کے لئے کبھی بددعا نہیں مانگی کیونکہ آپ ہر ایک کے لئے رحمت تھے۔ آپ کے متعلق خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے کہ آپ رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ (الانبیاء:۱۰۸) ہیں۔ آپ پہلوں کے لئے بھی رحمت تھے اور بعد میں آنے والوں کے لئے بھی رحمت ہیں۔ آپ کی رحمت مکان اور زمان کے حدود کو پھلانگتی ہوئی ہر انسان تک پہنچی۔ آپ کے وجود سے ہر انسان نے خیر و برکت ہی پائی اور اگر کسی نے نہیں پائی تو اس نے اپنی حماقت کے نتیجہ میں نہیں پائی کیونکہ وہ تو خیر محض تھا۔ وہ تو خیر لے کر ہر ایک انسان کے پاس پہنچا تھا۔ اُس نے تو رحمت کے سامان لے کر ہر انسان کے دروازے کو کھٹکھٹایا اور فرمایا کہ میں تمہارے پاس خدا تعالیٰ کی رحمتوں اور اس کی برکتوں کے سامان لے کر آیا ہوں۔ کچھ لوگوں نے اُن رحمتوں اور برکتوں سے اپنے گھروں کو بھر لیا اور وہ خدا تعالیٰ کے پیارے بن گئے۔ کچھ لوگوں نے اس رحمت اور برکت کو دھتکار دیا اور وہ خدا تعالیٰ کے غضب کا مورد بن گئے۔ مگر آپ نے کسی کے لئے بددعا نہیں مانگی اور نہ خدا تعالیٰ نے آپ کو یہ وعدہ دیا تھا کہ جو بھی تیرے خلاف بدزبانی کرے گا یا غلط بات کہے گا اسے ہم فوری طور پر قہری تجلّی سے ہلاک کر دیں گے۔ یہ تو خدا تعالیٰ کی منشاء کے خلاف ہے۔ خدا تعالیٰ کے فعل کے خلاف ہے۔ خدا تعالیٰ کی صفات کے خلاف ہے اور یہ بات حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے منشاء کے بھی خلاف ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وجود میں بھی خدا تعالیٰ کی صفات جلوہ گر ہیں۔ اس لئے جو بات حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے نہیں کی اس کے متعلق

میں علیٰ وجہ البصیرت یہ کہتا ہوں کہ وہ بھی خدا تعالیٰ کی صفات کے خلاف ہے۔ اس لئے اے گدی والے ولیو! تم یہ ساری لڑائی عملاً خدا اور اس کی صفات اور خدا کے محبوب محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے لڑ رہے ہو۔ اب اس بے ہودگی کی بناء پر تمہاری ولایت کی گدی کی کیا قدر و قیمت باقی رہ جاتی ہے۔

میں نے بتایا ہے ہم لاکھوں میں ہیں اور شاید جلد ہی کروڑوں تک پہنچ جائیں گے۔ ان لاکھوں میں سوائے چند ایک گنتی کے منافقین کے ہر ایک مخلص احمدی اس قسم کی ولایت کی گدیوں کو نفرت اور حقارت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور وہ خدا تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمتوں اور برکتوں سے خدا کے قہر کا مورد نہیں بلکہ اس کے پیار کا مورد ہے۔ تم سے جو ایک دو نفرت کرنے والے قضائے الٰہی سے فوت ہو جاتے ہیں وہ تمہاری بزرگی کے ثبوت کی دلیل کیسے بن گئے۔ حالانکہ لاکھوں، لاکھوں، لاکھوں اس ''بزرگی'' کی تردید کے لئے زندہ اور اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کے سایہ میں روحانی لذت اور سرور کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔

پس اگر کوئی ایسا ولی ہے اور بعض کے متعلق پتہ لگا ہے کہ وہ ایسے ہیں تو ان کو توبہ کرنی چاہئے اور استغفار کرنا چاہئے ورنہ ان کا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ پیار کا دعویٰ ایک لغو دعویٰ بن جاتا ہے کیونکہ جب عمل اس کا ثبوت نہ دے تو دعویٰ لغو ہوتا ہے لیکن اگر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے پیار کا دعویٰ ہے تو پھر آپ کی سنت کو اپنانا پڑے گا۔ اگر خدا تعالیٰ سے عشق ہے تو پھر خدا تعالیٰ نے ہمیں اپنی صفات کے جو جلوے دکھائے ہیں وہ صفات اپنے اندر پیدا کرنی پڑیں گی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ خدا تعالیٰ نے مجھے ایسا بنایا ہے کہ اگر کوئی مخالف ایک سال میرے پاس رہے اور روزانہ صبح سے شام تک مجھے گالیاں دیتا رہے تب بھی میرے چہرے پر ملال نہیں آئے گا۔ مگر تم اس کے بیٹے بن کر (روحانی طور پر ساری جماعت آپ کے بیٹے ہیں) اس کے خلاف، اس کی سنت کے خلاف، اس کے اس جذبہ کے خلاف اور اس کی اس صداقت کے خلاف اپنی ولایت کی گدی بناتے ہو؟ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو عقل اور سمجھ عطا فرمائے۔

(از رجسٹر خطباتِ ناصر۔ غیر مطبوعہ)